خلافت و امامت اور مقام شاہ ولایت

از جناب کیپٹن محمد قطب الدین احمد بختیار کاکی

نعرۂ صدیق و حیدر میزنم
بر طریق دوستاں در میزنم

قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ (شوریٰ ۲۳)
(میں تم سے کسی اجر و مزد کا خواہاں نہیں۔ بجز قرابت کی پاسداریوں کے)

نقش بوبکر و عمر بر سکۂ جاں میزنم　　طبل عثمان و علی بر چار ارکان میزنم

خلفائے راشدین کی بے مثال شخصیت

خلفائے راشدین میں ہر ذات گرامی امتیازی شان کی حامل اور اپنے مقام و حیثیت میں بے بدل و لاثانی ہے قصر نبوت کے یہ چار منور اور مستحکم ستون ہیں جن کا ہر زاویہ اپنی ساری دلآویزیوں کے ساتھ اس قصر مشید کو تھامے ہوئے ہے۔ یہ ایک چو رخی عمارت ہے جس کا ہر پہلو مشرق انوار تجلی، اور جس کی ہر سمت سے آفتاب رسالت کی کرنیں اپنی ساری درخشانیوں کے ساتھ چھن چھن کر شش جہت کو کہکشانیاں عطا کر رہی ہیں۔ ظفر علی خاں مرحوم کا یہ شعر کس سادہ و پرکار انداز میں حقیقت حال کی ترجمانی کر رہا ہے۔

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی، بوبکر و عمر، عثمان و علی　　ہم مرتبہ ہیں یاران نبی، کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

سلہ عن علی ان اللہ یحب العبد المومن المفتن التواب (رواہ احمد
اللہ کا پسندیدہ ہم جو اصلاح پذیر بندۂ مومن ہے۔

ان خلفاء کی باہمی صوری و معنوی یکرنگیاں

ہمارے فہم و دانش کی نارسائیاں ان اسمائے امت کی رفعتوں کا کیسے احاطہ کرسکتی ہیں۔ جبکہ یہ اصل سے گذر کر ظواہر تک میں لفظی صنائع و بدائع اور ادبی نکات و لطائف ابھرا بھر کر نظارگیان جمال کو اپنی شیوہ طرازیوں سے ششدر کئے ہوئے ہیں۔ ہم یہاں مشتے نمونہ از خروارے قارئین کی ضیافت طبع کے لئے پیش کرتے ہیں۔ حضورؐ نے اپنے عہد میمنت کو "خیر القرون" سے متعز فرمایا۔ اور لفظ "قرنی" سے اس باعظمت دور کو عز و اختصاص بخشا۔ لفظ "قرنی" چار حرفوں — ق، ر، ن، ی — پر مشتمل ہے، اور ہر حرف اپنی صاحب زمانی شخصیت کے اسمائے گرامی — صدیق، عمر، عثمان، علی — کے حرف آخر کو نگینہ کی طرح بصورت انگشتری زیب عنوان کئے ہوئے ہے۔ جو خلافت کے تیس سالہ دور پر ممتد و محتوی ہے۔ صدیق کا "ق" عمر کا "ر" عثمان کا "ن" اور علی کا "ی" ان چاروں کی حسن آمیز ترتیب سے لفظ "قرنی" کو چار چاند لگ رہے ہیں، گویا یہ فی نفسہ حضورؐ ہی کا عہد سعادت ہے جو باعتبار معنوی عین نبوت کا مصداق ہے، جس کی توثیق ان چاروں خلفاء کے اسمائے مبارکہ کے سرحروف "عین" سے ہوتی ہے۔ حضرت ابوبکر کا اسم سامی عبداللہ تھا۔ خود ابوبکر و علی کے ناموں میں بھی ایک عجیب لفظی صنعت کارفرما ہے جس کو کسی صاحب ذوق نے نہایت حسن و ادا سے قطعہ ذیل میں پیش کیا ہے:-

ابوبکر یکسو، علی ایک جانب — خلافت کو گھیرے ہیں باصد صفائی
"الف" اور "یا" کیطرح ان کو جانو — کہ محصور ہے جن میں ساری خدائی
یہ تشبیہ ہے واقعی نو جگہ بھی — "الف" "الا" "یا" نے یہ ترتیب پائی
وہ اوّل خلیفہ کے اوّل میں آیا — یہ آخر خلیفہ کے آخر میں آئی

محمدؐ و احمدؐ کی جلوہ طرازیاں

ایک صاحب نیرنگ کے الفاظ میں یہ بھی حقیقت محمدیہ کے شان لولاک کی معجز نمائیاں اور جلوہ طرازیاں ہیں کہ اسم "محمدؐ" اور "احمدؐ" کے چار حرف ہر گوشۂ تخلیق میں اپنی ندرت کاریوں سے چار چاند

ہو رہے ہیں۔ کیونکہ اسی ذات اقدس کے نور ساطع سے ساری کائنات خلعت وجود سے سنواری گئی ہے۔ انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری (الحدیث)

ہر کجا نور است ساطع با کمال باہراست ہ تو از آفتاب آن جمال افتادہ است

ترجمہ:۔ جہاں کہیں انوار کی رخشانیاں اور کمالات کی فراوانیاں ہیں وہ اسی آفتاب جمال کی حسن کارانہ جلوہ فرمائیوں کے کرشمے ہیں

حکمت تربیع چنانچہ یہی باعث ہے کہ چار کا عدد قدرت کو بھی پسندیدہ معلوم ہوتا ہے۔ موجودات میں ہر چہار طرف "اربعیت" کی کارفرمائی اور از فلک تا بہ سمک اسی کا عمل دخل نظر آتا ہے۔ انفس و آفاق، اربعیت، ہی کی گود میں پرورش پا رہے ہیں آفاق میں عناصر اربعہ کائنات کو گھیرے ہوئے اور انفس میں اخلاط اربعہ ہر ذی حیات میں نفوذ کئے ہوئے ہیں۔ کل کائنات کی چار طبقات میں درجہ بندی ــــ ناسوت، ملکوت، جبروت، اور لاہوت۔ ملکوت میں ملائے اعلیٰ اربعہ، جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل ناسوت میں خلفاء اربعہ، شریعت کے خزینہ دار ائمۂ اربعہ، طریقت میں سلاسل اربعہ جہات و اطراف میں اسمات اربعہ موسمیات میں مواسم اربعہ، اوقات شماری کے منازل اربعہ حسابیات کے اصول اربعہ، آئین اشتائین کے نظریہ جدید کے مطابق ابعاد اربعہ، اوزان و پیمانہ جات کے حصص اربعہ، حیات ناسوتی کے ادوار اربعہ ــــ طفولیت، بلوغت، کہولت، شیخوخت۔ زندگی کے احوال اربعہ ــــ پیدائش، تندرستی، بیماری، موت ــــ سفر زندگی کی دوامی نماز کے چار تکبیرات، عبادات کے ارکان اربعہ ــــ روزہ، نماز، حج، زکواۃ۔ نماز کے ہیئات اربعہ رکوع و سجود ــ قیام و قعود، اوراد و وظائف میں چہار قل کعبۃ اللہ کے ارکان چہارگانہ ــــ رکن یمانی، اسود، شامی، عراقی ــــ مصحف رخ کے چہار ابرو، ازدواج میں رخصت ازدواج اربعہ، نقل و روایات سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ عرش و کرسی کے بھی چار ہی پائے ہیں۔ غرض یہ انتظام قدرت تھا کہ خلافت راشدہ بھی ان ہی چار جلیل القدر اصحاب سے کمال و زینت پائے۔

تا پیر و چہار یار اخیار نہ ہ از چہار اصول دین خبردار نہ
ہم چو تو دریں چہار عنصر باہم ہ تاہست بہ اعتدال بیمار نہ

(جامی)

دیعا خلفائے اربعہ ہست ازلی — گفتن خلاف شان بود شرک جلی
واندریں نکتہ طفل ابجد خواں ہم — کز وصل سہ مفرد است ترکیب علی

ان لفظی ضائع و بدائع اور ضلع جگت کا اظہار تبرعاً کردیا گیا۔ بزم میں اہل سخن بھی ہیں تماشائی بھی، تاکہ کوئی مذاق اپنے ذوق کی تکمیل پذیری میں شکوہ سنج تشنہ کامی اور رہین نامرادی نہ رہے۔

بہار عالم حسنش دل وجاں تازہ میدارد — برنگ اصحاب صورت را، بہ بو ارباب معنی را
مصر گلشن ز تو اے یوسف کنعاں خوشبوست — شب یعقوب تو خوش، روز زلیخائے تو خوش (عرفی)

فضائل وشمائل میں ہم آہنگی حقائق وواقعات کی دنیا میں جب ہم داخل ہوتے ہیں۔ تو ان خلفاء کو کچھ اس طرح ہم وزن وہم قدر، ہم رتبہ وہم درجہ، ہم چشم وہم سر، ہم شکل وہم صورت، ہم پلہ وہم پایہ، ہم دم وہم قدم، ہم نفس ویک روح بہ چار قالب پاتے ہیں کہ والسماء رفعہا ووضع المیزان، الا تطغوا فی المیزان کا سماں بندھ جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ چاروں اصحاب کرام سمائے رسالت کی طنابیں اپنے ہاتھوں سے کھینچے اور تھامے ہوئے ہیں جس پر آفتاب رسالت درخشاں اور تاباں ہے کیا اس محل پر کسی طناب کو اونچا نیچا کرکے کوئی صحیح خدمت انجام دی جاسکتی ہے، جو قدرتی تجاذب وتوازن اپنی ساری نظر افروزیوں اور رعنائیوں کے ساتھ برقرار ہے۔ کیا اس حرکت سے درہم برہم نہیں ہوجائے گا، کیا یہ فعل "الا تطغوا فی المیزان" کے حکم میں داخل نہیں؟ یہی وجہ ہے کہ حضور اکرمؐ باوجود سید اولین وآخرین ہونے کے یہ زریں اصول امت کو عطا فرماگئے "لا تفضلونی علی یونس بن متیٰ"، مجھے یونس بن متی پر فضیلت نہ دو، کہ عرش فلک پر حضور کو معراج ہوئی اور بطن سمک میں حضرت ذوالنون کو۔ مولانائے رومؒ نے حضورؐ کے اس ارشاد جواہر پاروں سے اپنی مثنوی کو اس طرح زینت بخشی ہے:

قرب نے بالا و پستی رفتن است — قرب حق از حبس ہستی رستن است

گفت پیغمبر کہ معراج مرا نیست بر معراج یونس اجتبیٰ
آن من بر چرخ و آن او نشیب زانکہ قرب حق برون ست از حسیب

انگریزی میں کہاوت ہے COMPARISONS ARE ODIOUS تقابل بہ تنافر ہے۔ یہ موازنہ اس وقت اور گھناؤنا ہو جاتا ہے جب کہ باہمد گر متقابل شخصیتیں مسلمہ درجات و مراتب کی حامل ہوں، اور شارعؑ نے ہر ایک کو ایسے توصیفی الفاظ سے اختصاص بخشا ہو جو قدر و منزلت میں ایک دوسرے سے مسابقت کر رہے ہوں۔ جو احادیث خلفائے راشدین کے فضائل و مناقب میں شرف صدور لائی ہیں جب ہم ان کا استقصا کرتے ہیں تو یہ صورت حال منقح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ چاروں اصحاب اپنی جاہ و منزلت میں ایسا جچا تلا مقام رکھتے تھے کہ گویا ایک قسطاس مستقیم ہے جو اپنے متوازن کفہ ہائے میزان کے ساتھ کسی چٹان پر کندہ کر دی گئی ہو جس میں اب کسی قسم کے سبک و گراں ہونے کی گنجائش نہیں۔ اگر کسی موقعہ پر صدیق اکبرؓ کو، امنّ النّاس کے خطاب سے سرفراز فرمایا جا رہا ہے ؎

آن امن الناس بر مولائے ما آن کلیم اوّل سینائے ما (اقبال)

کبھی فاروق اعظم کے حق میں یہ ارشاد ہو رہا ہے کہ اگر مجھ پر نبوت ختم نہ ہوتی تو عمر رسالت سے نوازے جاتے۔ ایک طرف ذی النورین کو بکلّ نبی رفیق و رفیقی فی الجنۃ عثمانؓ کی نوید جان بخش سنائی جا رہی ہے تو شاہ ولایت پر ان انعامات کی بارش ہو رہی ہے انت منی وانا منک اور انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ، تجھے مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ یہ مشالاً چند احادیث ہیں ورنہ باب فضائل اتنا وسیع ہے کہ محدثین نے ان پر ضخیم مجلدات ترتیب دی ہیں۔ خلفاء اربعہ کے مابین تفاضل کی ساری بنیاد ظنیات پر ہے۔ اگر قطعیات پر ان کی اساس ہوتی اور عہد رسالت میں ان کے درجات و مراتب کی تعیین فرمادی جاتی تو نہ پھر سقیفۂ بنی ساعدہ کا اجتماع وقوع پذیر ہوتا۔ اور نہ فاروق اعظم کی نامزدگی عمل میں آتی، اور نہ خلیفۂ ثانی کو انتخاب خلیفہ کے لئے شش رکنی مجلس ترتیب

دینی پڑتی ۔

ترتیب خلافت میں مشیت کی بے پایاں حکمت

فتوحات مکیہ میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کا الہامی ارشاد خلفاء اربعہ کی ہم آہنگی کے بارے میں قول فیصل کا حکم رکھتا ہے ۔ جہاں آپ نے یہ تحریر کیا ہے، سبب خلافتہم مدۃ اعمارہم ترتیب خلافت کا اصل باعث ان حضرات کی باہمی عمروں کا تفاوت تھا ۔ اگر علی مرتضیٰ اولاً خلیفہ ہو جاتے تو نہ صدیق اکبر کو خلافت کا موقع ملتا، بلکہ فاروق و ذی النورین سے بھی تخت خلافت زینت نہ پاتا ۔ خلفائے راشدین نے اپنے فطری کمالات سے خلافت کے مختلف گوشوں کو علیٰ منہاج النبوۃ جس طرح اجاگر کیا ہے دنیا اس کے استفادہ سے محروم رہ جاتی ۔ فی الحقیقت خلافت کی یہ ترتیب ہر خلیفہ کے وفات کی ترتیب تھی ۔ ہم اس موقع پر مولانا مناظر احسن گیلانی کی معرکۃ الآرا تصنیف، امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی سے ایک اقتباس تخلیصاً پیش کرتے ہیں ۔ "ردت کے داخلی فتنے سے پیغمبر کے باندھے ہوئے شیرازہ کو بکھرنے سے بچانے کے لئے صدیق اکبر کے آہنی ارادے کی ضرورت تھی ۔ وہ نہ ہوتے تو جو کچھ بعد کو ہوا کبھی نہ ہوتا جب اسلام کی اجتماعی طاقت کو منتشر کرنے کے لئے ایک طرف رومیوں اور دوسری طرف ایرانیوں کی قوتوں نے سر نکالا، تو ان دونوں طاقتوں کو تاراج کرکے ان پر چھا جانے کیلئے فاروقی عزم و ارادہ مسلمانوں کو عطا کیا گیا ۔ جب دولت و ثروت کے طوفان ہر گھر میں ابلنے لگے، اس طوفان بد تمیزی میں دینی مطالبات کی تکمیل شاید دشوار ہو جاتی اگر خدا کے ایک راستباز بندے کا نمونہ مسلمانوں کے سامنے نہ ہوتا جو غنا و تونگری کی بلند ترین منزلوں پر پہنچنے کے بعد بھی، دین کے ہر ہر جزئی مطالبہ کو زندگی کے آخری لمحات تک پورا کرتا رہا ۔ اگر ان سارے واقعات کا ظہور اسلام کی تاریخ میں ٹھیک وقت پر ہوتا رہا ہے ۔ تو مسلمان قدرت کے اس غیبی امداد کے شکریہ سے کیسے سبکدوش ہو سکتے ہیں ۔ جب کہ دین کو چاہا جا رہا تھا کہ دنیاوی جاہ و جلال، شوکت و اقتدار کے لئے صرف ایک حیلے اور بہانے کی حیثیت دے کر اس کے سارے زور اور واقعیت

کو ختم کر دیا جائے۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ایسے نازک وقت "اقضاھم علی" کی حامل شخصیت اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے لئے جمل و صفین میں سینہ تان کر کھڑے نہ ہو جاتی تو کیا اسلام کو اپنی حقیقی خوبیوں کے ساتھ بچا لے جانے میں کوئی اور دوسرا کامیاب ہو سکتا تھا۔ مسلمان مر رہے تھے اور مارے جا رہے تھے۔ کٹ رہے تھے اور کاٹے جا رہے تھے۔ کشتوں کے پشتے اور لاشوں کے پہاڑ لگ رہے تھے۔ لیکن اسلام اپنے اصلی حسن و جمال، خد و خال کے ساتھ بچ رہا اور بچایا جا رہا تھا ؎

من و دل گرفتار شدیم چہ باک　　　غرض اندر میاں سلامت اوست

کسی نصب العین کے تحفظ میں اپنا سب کچھ تج دینے کا ایسا فقید المثال واقعہ تاریخ انسانیت پیش کرنے سے قاصر ہے۔ سب کچھ اس راہ میں لٹا دیا گیا، بلکہ میدان کربلا میں اس نصب العین کے پیچھے علیؓ کے گھرانے کا بچہ بچہ قربان ہو گیا۔ صفین و کربلا کے خونیں حادثات نے جریدۂ روزگار پر جو نمایاں نقوش چھوڑے ہیں۔ دنیا کی کون سی طاقت ہے جو انہیں مٹانے کا دم خم رکھتی ہے انا اللہ لہ لحافظون۔ اسی کو دیکھ کر ایک عارف تام المعرفت، سرخیل سلسلۂ طریقت پکار اٹھا، "حقا کہ بنائے لا الٰہ ہست حسین" بعض کوتاہ فہم اور کور ذوق اس شعر کو الحاقی کہہ کر اس دعوے کی تغلیط کرتے ہیں کہ حسینؑ بنائے لا الٰہ کیسے ہو سکتے ہیں۔ ان کے اس قصور فہم کو علامہ اقبال نے ایک پیش مصرع لگا کر پایۂ ثبوت تک پہنچا کر ثابت کر دیا ہے:-

بہر حق در خاک و خوں غلطیدہ است　　　پس بنائے لا الٰہ گردیدہ است

تا قیامت قطع استبداد کرد　　　موج خونش صد چمن ایجاد کرد

ذات مرتضوی کے بارے میں لسان نبوت کی صوفی ہائیاں اور آئمہ امت کی مدح طرازیاں

حضورؐ نے حضرت علیؓ کے حق میں یہ دعا فرمائی تھی "اللھم ادر الحق معہ حیث دار" خدایا! حق کو علی کے ساتھ کر دے، جدھر یہ رخ کریں حق بھی ادھر ہی رخ کرے۔ ایک اور موقع پر حضورؐ نے

حضرت علیؓ کی ان الفاظ میں توصیف فرمائی، "القرآن مع علی وعلی مع القرآن، قرآن
کے ساتھ اور علیؓ قرآن کے ساتھ ہیں۔ ایک مرتبہ ذاتِ رسالتؐ نے حضرت علی سے یوں خطا
فرمایا لایحبک الا مومن ولا یبغضک الا منافق۔ اگرچہ اس حدیث کا تخاطب ذاتِ مرتضوی
سے ہے، عمومی حیثیت میں دیگر خلفاء راشدین پر بھی اس کا اطلاق ہوسکتا ہے، جن کی محبت
ایمان کا ثبوت، اور بغض وعناد نفاق کی علامت ہے۔

محبت چوں تمام افتد رقابت از میاں خیزد طواف شعلۂ پروانہ با پروانہ میسازد (ابا
خطابی نے بعض محدثین سے یہ حدیث نقل کی ہے ابوبکر خیر من علی وعلی افضل
من ابی بکر، خیریت سے مراد کثرت نفع عام سے ہے اور فضیلت سے مراد خلقی صفات،
کمالات میں تفوق سے ہے۔

خیبر پر فوج کشی کے موقع پر سرورِ کائناتؐ نے فرمایا لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَۃَ غَدًا رَجُلًا
یَفْتَحُ اللّٰہُ عَلٰی یَدَیْہِ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیُحِبُّہٗ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ یعنی عَلِیًّا رضی اللہ
عنہٗ ایک روایت میں رجلاً کے بعد کرّار غیر فرار یعنی حملہ کرنے والا اور پھر پلٹ کر دشمن پر
بپھرنے والا روضۃ الاحباب میں اس کی توضیح وتفسیر ستیزہ کنندہ اور ناگریزندہ کے الفاظ سے
کی گئی ہے۔ حضرت عمر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کبھی امارت کی آرزومندی نہیں کی۔ مگر صرف
خیبر کے موقع پر جب کہ حضورؐ نے فرمایا کل میں پرچم ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں فتح مقدر
ہوچکی ہے وہ اللہ ورسول کو چاہتا ہے اور اللہ رسول اس کو چاہتے ہیں۔ اس موقع پر سرورؐ
نے اپنی زرہ علی مرتضیٰ کو پہنائی اور اپنے دستِ مبارک سے ان کی کمر پر ذوالفقار باندھی
اور علمِ فتح ونصرت عنایت فرمایا۔

علامہ جاراللہ زمخشری نے اپنی شہرۂ آفاق تالیف "کتاب الموافقہ بین اہل البیت
والصحابہ" میں حضرت علیؓ کی بابت صدیق اکبر کا یہ اثر پیش کیا ہے کہ اگر ایسے شخص کو دیکھنا
چاہو جو رسول اللہ سے قرابت اور مرتبہ میں سب سے زیادہ قریب ہو اور جس نے رسول اللہ

کی وجہ سے سب سے زیادہ تکلیف اٹھائی ہو۔ اور جو رسول اللہ کو سب سے زیادہ عزیز اور پیارا ہو تو وہ علی کو دیکھ لے۔ خلیفۂ اول کا یہ ارشاد "ارقبوا محمدا فی عترتہ" محراب و منبر پر آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ "این سخن بر مسجد و محراب می باید نوشت"۔ اگر آفتاب رسالت کو دیکھنا چاہو۔۔۔ تو اہل بیت اطہار کے ماہتابی آئینوں میں اس جمال جہاں آرا کا مشاہدہ کر لو، اس لئے کہ کیا شاخ جڑ کی غیر ہوتی ہے۔ اور اس کے پھل پھول اس کی فیض بخشیوں کا نتیجہ نہیں ہیں۔

حضرت علیؓ کے مرتبہ شناس صدیق اکبر تھے، فاروق اعظم تھے۔ عثمان ذی النورین تھے۔ خلفائے ثلاثہ کے دور میں تمام اہم معاملات حضرت علی کے مشورے سے طے پاتے رہے حضرت فاروق کا یہ ارشاد تاریخ کے ہر طالب علم کے حافظہ میں محفوظ ہے جس کا اعادہ و اظہار خلیفہ ثانی نے متعدد مرتبہ برملا فرمایا لولا علی لھلک عمر، اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو گیا ہوتا۔

امام احمد ابن حنبل سے روایت ہے کہ جتنی احادیث علی مرتضیٰ کے فضائل میں وارد ہوئی ہیں اتنی کسی صحابی کے حق میں نہیں ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ جو تفضیل شیخین کے سرگرم حامی ہیں، اپنی ایک مختصر سی تصنیف حسن العقیدہ، میں تحریر کرتے ہیں کہ تفضیل شیخین کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جمیع صفات و کمالات میں انہیں برتری حاصل تھی۔ کیوں کہ نسب، علم، شجاعت اور قوت میں حضرت علی مسلمہ طور پر فوقیت رکھتے ہیں۔ بلکہ یہ معنی ہیں کہ ان بزرگوں سے دین کو نفع عظیم پہنچا، وفضلھم علی ترتیب الخلافۃ والمراد بالافضلیۃ اکثریۃ الثواب

تفہیمات الٰہیہ میں شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں: "علی در نشا یافت از نبی حکمت کاملہ را، باز رفت تا قرب ملکوتی، باز نزول کرد در شرح رسول اللہ برائے شرع و وطن گرفت در آں و برائے دین موسوم کرد نفس خود را بالوصی و ہمیں است وصایت، و گفت لاابد ست

ہر نبی را وصی و حبینیست وصایت نزد ما حکمت و بار تحمل شرع نبی و علوم او و تکفل برائے امت او بالمدعا رو منصب ا دلیعنی وصی ایں کہ بود او خازن علم نبی در امانت وے وحامل وحی وے"

شاہ عبدالعزیزؒ نے بھی تفسیر عزیزی پارۂ تبارک الذی میں اُذُنٌ وَّاعِیَۃٌ کے تحت ان ہی خیالات کی ترجمانی کی ہے۔ چوں ایں آیت نازل شد آنحضرتؐ مرتضیٰ علیؓ را فرمودند کہ سالت اللہ ان یجعلہا اذنک یا علی، و تخصص حضرت امیرالمومنین بایں شرف و مرتبت برائے ہمیں نکتہ است و ہمیں ست معنی امامت کہ یکے بر دیگرے را از ایشاں بآں وصی ساخت و ہمیں است سرّ آں کہ بزرگواران مرجع سلاسل اولیائے اُمّت شدند و ہر کہ تمسک بحبل اللہ میمنایدبچارہ ناچار رسند استفاضہ او بایں بزرگواراں منتہی میگردد۔

امام شافعی نے اپنے اس ذیل کے قطعہ میں خوب فرمایا ہے:۔

قالوا ترفضت قلت کلا ما الرفض دینی ولا اعتقادی

لوگ کہتے ہیں کہ تو تو رافضی ہو گیا ہے میں نے جواب دیا کہ میرا دین یا اعتقاد رافضیوں کا سا نہیں ہے

لکن توالیت غیر شک خیر امام و خیر ھادی

لیکن میں سب سے اچھے امام اور سب سے اچھے ہادی کیساتھ دوستی رکھتا ہوں

ان کان حب الولی رفضا فاننی ارفض العباد

اگر اس ولی کے ساتھ دوستی رکھنے سے ہی آدمی رافضی ہو جاتا ہے تو کچھ شک نہیں کہ میں سب سے بڑا رافضی ہوں۔

شاہ ولی اللہؒ نے ازالۃ الخفا میں حضرت علی کے تقرب و تربیت کو جو حضورؐ سے انہیں حاصل تھا ان کے فضائل کی اصل بنیاد قرار دیا ہے۔ امام احمد بن حنبل کی سند سے ایک حدیث جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کے جس قدر فضائل مذکور ہیں کسی صحابی کو یہ شرف نصیب نہیں جس کی طرف اشارہ سابق میں کیا جا چکا ہے۔ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

عبد ضعیف گوید سبب این معنی اجتماع دو جہت در مرتضیٰ رضی اللہ عنہ یکے رسوخ او در سوابق اسلامیہ، دوم قرب قرابت او با آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آنجناب علیہ الصلوٰۃ والسلام او صل ناس بارحام دا عرف ناس بحقوق قرابت بودند۔ بازچوں عنایت الٰہی مساعدت نمود حضرت مرتضیٰ را در کنار تربیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انداخت، مرتبۂ قرابت دوبالا شد و کرامت دیگر در کار او کردند رضی اللہ عنہ، باز چوں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا در عقد او دادند مزید فضیلت با و بار شد۔"

علی مرتضیٰ کے فضائل و کمالات میں امتیازی شان کے حامل، علم، شجاعت، زہد و عبادت اشد حب اور تفویض و تسلیم تھے۔ علم میں آپ شہرستان علوم نبوت کے باب عالی، انا مدینۃ العلم و علی بابھا، تھے ؎

ذات او دروازۂ شہر علوم زیر فرمانش حجاز و چین و روم (اقبال)

بغیر در نتواں برد راہ در منزل بمصطفیٰ نرسی تا بہ مرتضیٰ نرسی (بیجبر)

شجاعت میں آپ کی ذات ضرب المثل ہے۔ تقریباً ہر غزوہ میں حضورؐ کے ہمرکاب رہے۔ اور جانبازی کے جوہر دکھاتے رہے۔ بدر و احد اور خاص کر خیبر آپ کے جان فروشانہ کارناموں سے مملو ہے۔ فاتح خیبر تو آپکے القاب کا طغرائے امتیاز ہے ؎

زیر پاش اینجا شکوہ خیبر است دست او آنجا قسیم کوثر است (اقبال)

زہد و عبادت میں حضرت عائشہ کا یہ ارشاد ایک مسلمہ حقیقت ہے، کان ما علمت صواماً و قواما، جہاں تک مجھے علم ہے وہ ہمہ اوقات صائم و قائم تھے۔ مفسرین نے سورۂ فتح کی آخری آیت قطب محمد رسول اللہ.... تا.... یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا کی تفسیر میں بطور نکتہ لکھا ہے کہ والذین معہٗ سے ابوبکر صدیق اشداء علی الکفار سے عمر بن الخطاب رحماء بینھم سے عثمان بن عفان رکعا سجدا سے علی بن ابی طالب اور یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا سے بقیہ صحابہ مراد ہیں۔

اخذ حب جس کی دوسری تعبیر عشق ہے۔ اور تفویض و تسلیم یہ دونوں صفت عشق ہی کی صورتیں ہیں۔ اظہار حق میں بلا خوف لومتہ لائم جرارت مندی، سر فروشانہ انداز میں اپنا سب کچھ، ذاتی نفع و نقصان سے بے نیاز راہ خدا میں نچھاور کردینا، یہ سب عشق ہی کی مختلف شانیں ہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی ایک تالیف تکمیل الایمان میں امام شافعی کے خیال علی مرتضیٰ کے بارے میں پیش کیا ہے :-

"از امام شافعی پرسیدند کہ علت مخالفت بعضے اشخاص و عدم اجتماع ایشاں بر علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ چہ باشد، گفت آنکہ وے در اظہار حق بر روئے ہیچکس نمی دید واز ہیچ احدے مبالات نداشت و مداہنت نمی کرد، و شافعی گفت زیرا کہ وے زاہد بود، زاہد را بدنیا و اہل دنیا مبالاتے نباشد، و عالم بود و عالم را مداہنت نبود، و شجاع بود و شجاع را ترسے از کس نبود، شریف بود و شریف را پروائے کس نباشد ؎

تا یک دلت پسند کند قرب او مجوئے سرمایۂ قبول در انکار عالم است (نظیری)

دل بکسے نباختہ، بادو جہاں نہ ساختہ من بحضور تو رسم روز شمار اینچنیں (اقبال)

مولانائے روم نے علی مرتضیٰ کو پیکر عشق و محبت قرار دیا ہے۔ اور عشق کی تعریف کرتے ہوئے حضرت علی کو عشق کا نقطۂ کمال بتلایا ہے۔ عشق کی جتنی بھی توصیف کی جائے وہ اس سے بالاتر ہے، اگر عشق و سرمستی کی مجسم تصویر دیکھنا چاہتے ہو تو امیرالمومنین حیدر کو دیکھ لو ؎

ہرچہ گویم عشق زاں بالاتر است عشق میرالمومنین حیدر بود

علامۂ اقبال نے کمال عشق و مستی کو ظرف حیدر قرار دیا ہے اور آپ کی ذات کو سرمایۂ ایمان بتلایا ہے، "عشق را سرمایۂ ایمان علی"۔

جمال عشق و مستی نے نوازی جلال عشق و مستی بے نیازی
کمال عشق و مستی ظرف حیدر زوال عشق و مستی حرف رازی

تفویض و تسلیم میں آپ عربی کے اس مشہور شعر کے کاملاً مصداق ہیں :۔

اُرید وصالہ ویرید ھجری — فاترک ما ارید لما یرید

کسی نے کس کمال خوبی سے اس کا ترجمہ کیا ہے :۔

میل من سوئے وصال و میل او سوئے فراق — ترک کام خود گرفتم تا بر آید کام دوست

وہاں کی بے نیازیاں تو اپنے عاشقوں کے ساتھ ہمیشہ ایسی ہی رہی ہیں ، اور دلدادگان عشق ان سے مزے لے لے کر لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں کوئی اس طرح بلاتا تھا :۔

متاعے کز ہیں رہ گذر می برند — لب خشک و مژگان تری برند

بعض واقفان طریق نے اس صورت حال کی منظر نگاری اس طرح پر کی :۔

دلارام در بر دلارام جو — لب از تشنگی خشک بر طرف جو
دمادم شراب الم درکشند — دگر تلخ بینند دم درکشند
نگویم کہ بر آب قادر نیند — کہ بر ساحلِ نیل مستقی اند
بہ تسلیم سر در گریباں برند — چو طاقت نماند گریباں درند

کسی نے یوں اپنے زخموں پر نمک پاشی کی :۔

داغ بے یاری و دردِ بے دلی — ایں ہمہ بر خود پسندیدیم و رفت
آنرا کہ با حلاوت وردِ تو خو کنند — زخمے بدل زنند و نمک آرزو کنند
پیکان ترا بجاں خریدار — من مرہم دیگراں نخواہم
کے ترا آزار تو بیزار شود جان حزیں — زخم چوں از تو رسد ، با ہمہ آزار خوشم

کوئی عشق کے ان بادہ سی نازونیاز کی اس طرح فلسفیانہ تشریح کرتا رہا :۔

بزم ترا شمع و گل خستگی بو تراب — ساز ترا زیر و بم واقعہ کربلا (غالب)
تمہید را بہ بساط خلیفہ بنشانند — سرِ حسین علی بر سناں بہ گردانند (غالب)

در تماشہ گاہ او چوں دیدۂ قربانیاں — جملہ ایام حیاتم صرف یک نظارہ شد (صائب)

قصد جانم میکنی چوں دشمناں — دوست میدارم ترا با ایں ہمہ (خسرو)

در سجدہ گہ عشق محبدن زادب نیست — چوں شمع گو شتن زسر خویش سجود است (علی)

روشن مکن اے مہ شب دیجور کہ عشاق — اندوہ دل خود بہ شب تار فروشند (عرفی)

جب حضرت نصیر الدینؒ چراغ دہلی سلطان واخوان کی طرف سے مشق ستم بنائے گئے تو اس پیکر تسلیم و رضا کی زبان پر یہ شعر زمزمہ زار ہا

چوں حوالت ہائے ایں فرقت بجائے دیگر است — ننگم آید گر بگویم کز فلاں رنجیدہ ام

علامہ اقبال نے اپنی شہرہ آفاق مثنوی اسرار و رموز میں "در شرح اسمائے علی مرتضیٰ" کے زیر عنوان اور دیگر مثنویات میں آپ کے کمالات اور جن مفادات حاصلہ کے خلاف آپ کی نبرد آزمائیاں رہیں ان کی جانب کچھ تلمیحات کی ہیں۔ ان کا ایک مجمل انتخاب ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔

مسلم اوّل شہ مرداں علی — عشق را سرمایۂ ایماں علی
از ولائے دودمانش زندہ ام — در جہاں مثل گہر تابندہ ام
مرسل حق کرد نامش بوتراب — حق یداللہ خواند در ام الکتاب
مرتضیٰ کز تیغ او روشن حق است — بوتراب از فتح اقلیم تن است
حربۂ دوں ہمتاں مکر و فن است — بطنش از خوف و دروغ آبستن است
سر شیراں را نہ فہمد گاؤمیش — حمزہ بہ شیراں کم بگو اسرار خویش
خرقۂ لا تحزنو اندر برش — انتم الاعلون تاجے بر سرش
عشق با نان جویں خیبر کشاد — عشق در اندام مہ چاکے نہاد
فقر عریاں گرمی بدر و حنین — فقر عریاں بانگ تکبیر حسین
سروری در دین ما خدمت گری است — عدل فاروقی و فقر حیدری است

صحابہ میں درجات و مراتب کی ترتیب صحابہ میں درجات و مراتب کی ترتیب خود حضورؐ کے عہد میمنت میں قرار پا چکی تھی۔ صف اوّل میں خلفاء اربعہ، الخلفاءُ الاربعۃ افضلُ الاصحاب، دوسرے درجہ پر باقی عشرہ مبشرہ، تیسرے درجہ پر اصحاب بدر، چوتھے درجہ پر اصحاب احد، پانچویں درجہ پر اصحاب شجرہ (بیعت الرضوان) اور سب سے آخر درجہ میں عام الفتح کے موقع پر ایمان لانے والے جنہیں قرآن میں مولفۃ القلوب اور حدیث میں طلقاء کہا گیا ہے۔ خلفاء اربعہ اپنی مسلمہ عظمت و بزرگی میں باہمدگر ہم پلہ و ہم رتبہ ہیں۔ اگر ایک کو کسی نوع سے برتری حاصل ہے۔ تو دوسرا کسی اور اعتبار سے فوقیت کا حامل ہے۔ شارعؑ نے ان چاروں اصحاب کو اپنی بے مثال خوبیوں اور کمالات کے سبب جمیع اصحاب پر صف اوّل میں جگہ عطا فرمائی۔ جو باہمدگر دوش بدوش کھڑے ہوئے ہیں۔ ترتیب خلافت جو درحقیقت ان کی ترتیب وفات کی ترجمان ہے۔ یہی صف بندی میں اوّل و آخر کا تعین کر رہی ہے جب کبھی اس میں فرق و امتیاز پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ بجز تشتت و افتراق کوئی اچھے نتائج مرتب نہ ہو سکے۔ فضیلت کی یہ ساری موشگافیاں و دقیقہ سنجیاں بطور علاج بالمثل شیعیت کے خلاف جوابی کارروائیاں تھیں۔ دینی اساسات سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

نور حق کے برتو گر دو منجلی اے گرفتار ابوبکر و علی (رومی)

یہ نہ کوئی دینی خدمت ہے، اور نہ خدا و رسول یا جن اصحاب کو فضیلت دل جا رہی ہے۔ ان کی خوشنودی کا باعث ہے حضرت علی کا ارشاد، یَهْلِكُ فِيَّ اِثْنَانِ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ وَّ مُبْغِضٌ مُفْرِطٌ۔ میری محبت یا عناد میں زیادتی کرنے والے ہر دو تباہ و برباد ہونگے ارشاد نبوی بھی حضرت علی کے بارے میں یہی تھا کہ تمہاری حالت عیسیٰ بن مریم کی سی ہے یہودی توہین کرکے اور نصاریٰ ناروا تعظیم کے سبب گمراہ و نامراد ہوئے۔

ناصبیت کی موجودہ گھناؤنی فضا آج کل ناصبیت اور خارجیت کی ایسی وبا پھوٹی

ہے کہ حضرت علی کو خلفاء راشدین سے گذر کر عشرہ مبشرہ، اصحاب بدر، اصحاب احد، اصحاب شجرہ سے بھی نیچے لایا جا کر طلقاء اور مولفتہ القلوب کے مقابل کھڑا کیا جا رہا۔ وہ شخصیت کبریٰ جو خاتم خلافت راشدہ علیٰ منہاج النبوۃ تھی، اس کے مقابل ایک شخصیت کو اچھالا جا رہا ہے جس کو لسان نبوت ... ملک عضوض، اور گروہ باغی موسوم کر چکی ہے۔ حدیث عمار بن یاسرؓ کی شہرت حد تواتر تک پہنچ چکی ہے حضورؐ پیش گوئی فرمائی تھی، یقتلک الفئۃ الباغیۃ تدعوھم الی الجنۃ و یدعونک الی النار اے عمار دیکھ رہا ہوں کہ تجھے گروہ باغی شہید کرے گا۔ تو انہیں جنت کی طرف بلاتا ہوگا اور وہ تجھے دوزخ کی طرف للکار رہے ہوں گے۔ جس سے باغی گروہ ناری ثابت ہورہا ہے۔ دوسری حدیث اس طرح پر ہے، خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی۔ بعد ازاں ظالم بادشاہوں کی حکومت ہوگی۔ محدثین کی کثرت اس کی تائید میں ہے کہ حاکم شام کی منقبت میں کوئی حدیث پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی۔ چنانچہ امام نسائی کا واقعہ مشہور ہے آپ نے ایک کتاب منقبت مرتضوی میں، خصائص کبریٰ کے نام سے تالیف کی، جو تمام مستند احادیث پر مشتمل ہے۔ آپ نے جامع دمشق میں برملا اس کتاب کو اس غرض سے پڑھ کر سنایا کہ امویوں کے طویل دور حکومت کے سبب وہاں جو ناصبیت کی طرف میلان پیدا ہوگیا ہے۔ اس کی اصلاح ہوجائے۔ مگر امام نسائی پر الٹا شیعیت کا الزام دھرا گیا اور یہ پوچھا گیا کہ علی کے مناقب و فضائل تو بہت بیان ہوئے۔ معاویہ کے لئے بھی کچھ ہے کہ نہیں؟ انھوں نے کہا مجھے ان کے مناقب کا تو کوئی علم نہیں بجز اس تعریف کے لا تشبع اللہ بطنک، یہ ارشاد حضورؐ کا اس وقت ہوا تھا جب کہ معاویہ کو دو وقت بلانے پر انھوں نے کھانا ... کھانے کا عذر پیش کیا تھا اور سرکارؐ نے فرمایا تھا کہ خدا کرے کہ کبھی اس کے شکم کو سیری نصیب نہ ہو۔ بعد ازاں امام نسائی نے کہا کہ اگر قیامت کے دن معاویہ برابر سرابر چھوٹ جائیں تو یہی ان کی بڑی کامیابی ہے۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں:۔ معاویہ کے چار افعال ایسے ہیں کہ اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کا بھی ارتکاب کرے تو وہ اس کے حق میں مہلک ہو۔ (۱) ان کا اس امت پہ تلوار سونت لینا، اور مشورہ کے بغیر حکومت پر قبضہ کرلینا، درانحالیکہ امت میں بقایائے صحابہ موجود تھے۔ (۲) ان کا اپنے بیٹے کو جانشین بنانا حالانکہ وہ شرابی اور نشہ باز تھا، ریشم پہنتا اور طنبورے بجاتا تھا۔ (۳) ان کا زیاد کو اپنے خاندان میں شامل کرنا، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح حکم ہے۔ اولاد اس کی ہے جس کے بستر پہ پیدا ہو۔ اور زانی کے لئے پتھر۔ بیرم خانخانان کے مشہور شعر میں اسی طرف تلمیح ہے ؎

محبت شہ مرداں مجوز بے پدرے ۔۔۔ کہ دست غیر گرفت است پائے مادراو

اسی کا ایک مقبول و پسندیدہ شعر اسی غزل میں یہ بھی ہے جس کو مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوبات میں بارہا استعمال کیا ہے۔

محمدؐ عربی کآبروے ہردوسراست ۔۔۔ کسے کہ خاک درش نیست خاک برسر او

(۴) ان کا حجرؓ بن عدی بدوی صحابی کو مع ان کے ساتھیوں کے قتل کر دینا۔

امام شعبی در مذمت معاویہ و نکوہش او را از فسق بالا گزرانیدہ اند، مولانا عبدالرحمان جامی خطائے او را منکر گفتہ است۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے لکھا ہے، "وقتیکہ ذکر امیر علیہ السلام باشد، دراں وقت نام معاویہ بہ تعظیم نباید گفت"۔ شیخ احمد سرہندیؒ نے اپنے ایک مکتوب میں یہ ارشاد سپرد قرطاس فرمایا ہے۔ "ہرایہ محاربان حضرت امیر ہیچ شنائی نیست، بلکہ جائے آنست کہ از ایشان دور دور باشیم، اچہ کنم احترام نبی مانع ست، لیکن محق را محق گویم و مخطی را مخطی، حضرت امیر برحق بودند و مخالفان ایشاں برخطا"۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنے لئے اور جمیع مسلمانوں کے حق میں یہ دعا فرماتے ہیں:۔

حق تعالیٰ دلہائے ما را وتمام مسلمانان را ازمحبت وموالات وے واعوان او انصار وے وہرکہ باہلبیت نبوی بدبودہ وبداندیشیدہ درحق ایشاں را پائمال کردہ و باایشاں براہ محبت وصدق عقیدت نیست ونبودہ نگاہ وارد و ما را ومحبان ما را ودشمنوں محبان ایشاں محشور گرداند ودردنیا وآخرت بردین وکیش ایشاں دارد وبحرمتہ النبی وآلہ الامجاد بمنہ وکرمہ وہو قریب مجیب۔ آمین۔

الٰہی بحق بنی فاطمہ — کہ برقول ایماں کنم خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ورقبول — من ودست ودامان آلِ رسول

اپنی خودنوشت سوانح، ذکر میر، میں میر تقی میر نے اپنے بزرگوں کے حالات میں تحریر کیا ہے کہ میر محمد متقی شیعی معتقدات سے کے دبال تھے۔ شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور اپنے فاسد عقائد سے تائب ہوکر عرض پرداز ہوئے کہ حضرت اب تک جس گمراہی میں مبتلا تھا۔ اس کے اعتراف کے ساتھ نادم ہوں، مگر ایک خلش باقی ہے کہ حاکم شام کی بابت حضرت کا کیا خیال ہے۔ شاہ کلیم اللہ نے فرمایا کہ مجھے ان کا نام بھی زبان پر لانا پسند نہیں۔ چنانچہ اب تک میری زبان اس سے ناآشنا ہے۔ دارالمصنفین اعظم گڈھ کے مصنفات ازروئے معتقدات نہایت محتاط اور اعتدال پسند تسلیم کئے جاتے ہیں۔ سلسلۂ سیرالصحابہ کی چھٹی کڑی میں امیر معاویہ کی بابت یہ فقرہ ہے:۔ وہ تاریخ اسلام کے سب سے پہلے مطلق العنان اور مستبد بادشاہ تھے۔ ایک دنیوی حکمران کی حیثیت سے ان کے دورِ حکومت پر تبصرہ کرنا چاہئے ان کا اور جناب امیر کا موازنہ "چراغ مردہ کجا شمع آفتاب کجا" کا مصداق ہے۔

ابونواس عہد ہارون رشید کے مشہور شاعر کا شعر اس محل پر کس قدر چسپاں ہو رہا ہے:۔

فاین الثریا واین الثریٰ — واین معاویۃ من علی

حضرت علی کی ساری جدوجہد قیام خلافت علی منہاج النبوت کیلئے تھی

مولانا مناظر احسن گیلانی کے نگارشات

حقائق تاریخی کو انتہا درجہ واشگاف پیش کرنے میں فقید المثال ہیں۔ علامہ کی یہ حقیقت نگاری دلوں کو موہ لیتی ہے، اور نام نہاد مصلحت اندیشی کے منافقانہ پردوں کو چاک کرکے رکھ دیتی ہے، اپنی تصنیف انیق، "امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی" میں کس پوست کندہ انداز میں رقمطراز ہیں: حضرت امیر کو اس قسم کی چھچھوری غیر اسلامی سیاست سے سخت نفرت تھی۔ جس میں سازش جوڑ توڑ، جھوٹ سچ سے کام لیا جاتا تھا۔ مصر کا ملک کسی کو مدۃ العمر جاگیر میں محض اسلئے دینے پر رضامند نہیں ہو سکتے تھے کہ یہ مسلمانوں کی امانت ہے کوئی خلاف ہو جائے تو ہوا کرے صفین کے موقع پر حضرت صدیقہ نے اصرار کیا کہ اہل شام کے خلاف انہیں اپنے ساتھ لے چلیں لیکن آپ ایسی سیاست کو ہمیشہ ناپسند فرماتے تھے۔ آپ نے حضرت صدیقہ سے عرض کیا۔ کہ رسول اللہ نے جس طرح کاشانۂ نبوی میں آپ کو چھوڑا ہے آپ اسی طرح اپنے مقام پر سکونت پذیر رہیں۔ اس طرح ایک کارگر حربہ کے ذریعہ ناجائز سیاسی نفع حاصل کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے یہ ماقل ودل حقیقت آگیں فقرہ سپرد قلم کیا ہے: اگر قیامت کے دن فساق و فجار کی علیحدہ صف بندی کی جائے گی۔ تو ان کی صف اول بنی امیہ پر مشتمل ہوگی۔ ہم اس محل پر عبداللہ ابن مبارک کا یہ زبان زد عام قول زیر بحث لانا چاہتے ہیں، جس کو صحابیت کی فضیلت میں جا و بے جا استناداً پیش کیا جاتا ہے۔ جو اپنی مبالغہ آمیزی اور غالیت میں منفرد ہے۔ اس فقرہ کا انتساب عام طور پر غلطی سے حضرت عبدالقادر جیلانیؒ سے کیا جاتا ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ صاحب قول بزرگ تبع تابعین بلکہ اتباع تبع تابعین سے ہیں۔ ان سے کسی نے پوچھا عمر بن عبدالعزیز درجہ میں بڑھے ہوئے ہیں یا معاویہ۔ تو انھوں نے بے چارے اویس قرنی کو بھی اس لپیٹ میں لے لیا۔ اور اس شاعرانہ انداز میں وقف تکلم

ہوگئے۔ الغبار الذی دخل انف فرس معاویۃ خیرمن اویس القرنی وعمر المروانی معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں جمع شدہ گرد اویس قرنی اور عمر مروانی سے بہتر ہے۔ حضرت اویس قرنی کی وہ عظیم شخصیت ہے، جو طریقت میں سلسلۂ اویسیت کے بانی حضورؐ کے ہم عصر اور امت کے حق میں جن کی دعا کے حضور آرزومند تھے۔ دوسری شخصیت کی عظمت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کو پانچویں خلیفۂ راشد کہا جاتا ہے اور جن کی بابت مامون الرشید رشک کرتا اور کہتا تھا کہ خانوادۂ عباس کوئی عمر بن عبدالعزیز پیدا نہ کرسکا یہ وہی صداقت شعار شخصیت ہے جس کی مجلس میں کسی نے یزید کا ذکر کرتے ہوئے امیرالمومنین کا لفظ استعمال کیا تو سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تو یزید کو امیرالمومنین کہتا ہے اور اسے بیس کوڑے لگوائے۔

صحابیت کی حقیقت اس سلسلہ میں ایک عام غلط فہمی کو بھی دور کرنا مناسب ہے عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ جس نے ایک نظر حالت ایمانی میں حضور اقدس کو دیکھ لیا وہ صحابیت کے درجے پر پہنچ گیا۔ خواہ اس کی ظاہری و باطنی حالت کیسی ہی ہو، اور آئندہ زندگی میں اسے اخلاقی لحاظ سے کتنی ہی پستیوں سے گذرنا کیوں نہ پڑے۔ یہ عقیدہ اسلامی تعلیمات، حضورؐ کے ارشادات، اور بعض حضرات کے ذاتی کردار سے میل و مطابقت نہیں کھاتا۔ ہمارے اس خیال کی تائید حافظ سخاوی کی فتح المغیث کی اس عبارت سے ہوتی ہے کہ صحابی وہ ہے جس نے بطریق اتباع آپ کی طویل صحبت اٹھائی ہو اور آپ سے علم حاصل کیا ہو۔ جن لوگوں نے اس کے بغیر آپ کی صحبت اٹھائی، یا اس مقصد کو تو پیش نظر رکھا۔ لیکن طویل صحبت نہیں اٹھائی وہ صحابی نہیں ہیں۔

صحابہ کی شان میں جو احادیث، اصحابی کالنجوم، یا کلہم عدول وغیرہ جیسی وارد ہوئی ہیں وہ محل نظر ہیں۔ اصحابی کالنجوم یا بیہم اقتدیتم اہتدیتم کے بارے میں ملا عبدالعلی بحرالعلوم نے شرح مسلم الثبوت میں لکھا ہے کہ ابن حزم نے رسالہ کبریٰ میں

اس کو مکذوب، موضوع اور باطل قرار دیا ہے۔ مقدمہ اصابہ میں مازری نے "کلہم عدول" کے تحت عدالت کو صرف ان صحابہ کے لئے مخصوص کیا ہے جو شب و روز رسول اللہ کی صحبت اور آپ کی اعانت میں مصروف رہتے تھے۔ چنانچہ ان کا قول ہے: ہم جو یہ کہتے ہیں کہ صحابہ عدول ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر وہ شخص جس نے آپ کو کسی دن دیکھ لیا، یا چلتے پھرتے آپ کی زیارت کر لی، یا کسی غرض سے آپ کی ملاقات کر کے چلا گیا، عادل ہے۔ بلکہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے۔ آپ کی تائید و اعانت کی۔ اور اس نور کا اتباع کیا جو آپ پر اتارا گیا، یہی لوگ ہیں جو کامیاب ہوئے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی بھی یہی تحقیق ہے۔ ظفر الامانی میں ان سے یہ عبارت منسوب ہے کہ اہل سنت کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ صحابہ کل کے کل عادل ہیں۔ یہ لفظ بار بار بولا گیا ہے۔ اور میرے والد مرحوم (شاہ ولی اللہ) نے اس لفظ کی حقیقت سے بحث کی تو یہ ثابت ہوا کہ اس موقع پر عدالت کے متداول معنی مراد نہیں بلکہ عدالت فی الروایت مراد ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں۔

یہ بھی بنی امیہ کے محدثات میں سے ایک گہری اور ریشہ دوان بدعت تھی جس کے ذریعہ صحابیت کی گراں قدری کو اتنا سبک و ارزاں کر دیا گیا کہ ان میں کا ہر ایک بلا فرق و امتیاز اس میں شامل اور مقام عظمت و تقدس پر فائز ہو گیا۔ بعد کے آنے والوں نے اپنے مفید مطلب پا کر اس سنت کو زندہ رکھا تا کہ اپنے مریدوں پر افسون نجات پھونکیں اور ان موضوعات کے سہارے خود کے مخترعہ اذعانات کی من بھاوئی تعبیر کر سکیں۔

اگر یہی سطحی معیار صحابیت کا قرار دیا جائے تو آخر انہیں دیکھنے والوں میں منافقین کا ایک گروہ بھی تھا۔ جن کی اگر قرآن پردہ دری نہ کرتا تو شناخت بھی دشوار تھی، انہیں میں وہ لوگ بھی تھے جو مانعین زکوٰۃ میں شامل اور فتنہ ردہ میں مبتلا ہوئے، انہیں میں فرقہ مخانعج کے وہ لوگ تھے جن کی پیشانیوں پر نماز کے گھٹے اور زبان پر قرآن کی

آیتیں جاری تھیں۔ انہیں میں وہ طلقاء اور مولفتہ القلوب بھی تھے۔ جو فتح مکہ کے وقت ایمان لائے اور جن کی در پردہ ساری کوشش یہی رہی کہ اقتدار کی کرسیوں پر براجمان ہوں بیت المال کو اپنی ہوس رانیوں کا ذریعہ اور اسلامی مقبوضات کو اپنی جاگیر بنا ڈالیں، خواہ اس مقصد کے حصول میں اسلام کے بنیادی اصول تباہ و تاراج ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ کیا اس قماش کے حضرات بھی اپنی نام نہاد صحابیت کا لبادہ اوڑھ کر اویس قرنی، حسن بصری، عمر مروانی، ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد حنبل، بایزید بسطامی، ابوالحسن خرقانی، امام غزالی، جنید و شبلی، شہاب الدین سہروردی، عبدالقادر جیلانی، محی الدین ابن عربی، پیر ہری جلال الدین رومی، بہاء الدین نقشبند، سید احمد رفاعی، معین الدین چشتی، نظام الدین محبوب الٰہی شیخ احمد سرہندی، ولی اللہ محدث دہلوی، ابوالحسن شاذلی، عبدالوہاب شعرانی، کلیم اللہ جہاں آبادی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور آخر میں خاتم الاولیا امام مہدی آخر الزماں سے بھی بڑھ چڑھ کر ہو سکتے ہیں۔ "من اے میر امم داد از تو خواہم"

جیسا کہ ہر ناروا طریق کی اصلاح ذات رسالت سے ہوتی رہی۔ ویسے ہی اس بے بنیاد تفوق و برتری کو سرکارؐ نے دور فرمایا مثل امتی کمثل مطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ۔ میری امت کی مثال بارش کی سی ہے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا اوّل بہتر ہے یا آخر۔ ایک دوسری حدیث مبارک ہے۔ حضورؐ سے پوچھا گیا ہم آپ پر ایمان لائے، جہاد میں شریک ہوئے، کیا ہم سے بھی ایمان میں کوئی دوسرا بہتر ہو سکتا ہے۔ جواب میں ارشاد ہوا جو لوگ تمہارے بعد آئیں گے وہ نادیدہ مجھ پر ایمان لائیں گے، وہ تم سے بہتر ہوں گے۔ ایک اور حدیث گرامی ہے، جس نے مجھے دیکھا اس کو خوشخبری ہو، جس نے مجھے نہیں دیکھا اور ایمان لایا اس کو سات مرتبہ خوشخبری ہو۔ ایک اور حدیث شریف ہے، آخری زمانہ میں دین و سنت سے تمسک دہکتے انگارے کو ہاتھ میں پکڑنے کے برابر ہوگا۔ اس وقت دین و سنت پر عمل پیرا ہونے کا اجر پچاس آدمیوں کے برابر ہوگا

دریافت کیا گیا۔ وہ ہم میں سے پچاس کے برابر ہوں گے۔ یا ان میں سے، ارشاد ہوا وہ تم میں سے پچاس کے برابر ہوں گے۔ علامہ ابن عبداللہ محدث قرطبی نے ان متذکرۂ صدر احادیث سے یہ استنباط کیا ہے کہ بعد کے آنے والے، کبار صحابہ کو چھوڑ کر، عام صحابہ کے برابر ہوسکتے یا اپنے عمل کے ذریعہ ان سے بڑھ بھی جا سکتے ہیں۔ سید احمد شہید بریلوی اور شاہ اسماعیل شہید کی بھی یہی تحقیق ہے کہ کبار صحابہ کو مستثنیٰ کرکے عام اصحاب سے بعض اکابر امت افضلیت رکھتے ہیں۔ اپنی تصنیف "صراط مستقیم" میں ان الفاظ کے ساتھ اسکی وضاحت کی گئی ہے "ہر یک را از صحابہ کبار بہ نسبت سائر امت مصطفویہ ہر چند بہ سبب صحابیت افضلیت ثابت است، لیکن بعضے را از آحاد اکابر امت بر بعضے آحاد صحابہ در امر نشر ہدایت و ترویج دین مبین و فوز بمراتب قرب عنداللہ بلاشبہہ افضلیت متحقق است۔" اپنے اس دعوے کے استشہاد میں حدیث انگارہ لائے ہیں۔ جس کی طرف اشارہ اس سے قبل کیا جا چکا ہے۔

حاکم شام کو چھوڑ کر جو بھی سربر آوردہ اصحاب جمل و صفین میں شریک تھے۔ وہ اپنی اس خطا و لغزش پر نادم و پشیمان تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ تادم زیست اپنی اس اجتہادی غلطی پر اشک بار رہیں۔ جب حضرت علی کی شہادت کی اطلاع آپ کو ملی تو ارشاد فرمایا کہ اب عرب جو چاہیں کریں کوئی انہیں ناروا حرکات پر حق و صداقت کی خاطر روکنے ٹوکنے والا نہ رہا۔ حضرت عبداللہ ابن عمر اپنے آخری زمانہ میں کہا کرتے تھے، مجھے کسی چیز پر اتنا افسوس نہیں ہے، جتنا اس بات پر ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ کیوں نہ دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو العاص کو عمر بھر اس بات...... کی ندامت رہی کہ وہ حضرت علی کے خلاف جنگ میں معاویہ کے ساتھ کیوں شریک ہوئے تھے۔ علی الرغم اس کے حاکم شام اپنی ان حرکات کی عارضی کامرانیوں پر نازاں تھے۔ جن کا اندازہ ان خطبات سے ہوتا ہے۔ جو حضرت حسن سے صلح کے بعد انھوں نے مسجد نبوی اور جامع کوفہ میں عامۂ مسلمین کو

کو دیئے تھے۔ ہم یہاں سید قطب شہید عالم مصر کی معرکتہ الآرا تصنیف العدل الة الاجتماعیہ فی الاسلام سے ان کا اقتباس پیش کرتے ہیں۔ ان کا موازنہ قارئین صدیق اکبر، فاروق اعظم اور علی مرتضیٰ کے افتتاحی خطبات خلافت سے کریں اور دیکھیں کہ حکمرانان دنیا دار تھوڑے ہی عرصے میں کس حضیض نکبت میں آگرے تھے۔ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

مدینہ میں جو انھوں نے خطبہ دیا: اما بعد! خدا کی قسم میں نے امارت تمہاری کسی محبت کے نتیجہ میں نہیں پائی ہے جس کا مجھے علم ہو، نہ تم کو اس پر کوئی خوشی ہوئی، بلکہ میں نے تم سے اس تلوار کے ذریعہ کشمکش کی ہے۔ تمہاری خاطر میں نے اپنی طبیعت کو ابن ابی قحافہ کے طرز پر آمادہ کرنا چاہا کہ وہ عمر کی روش اختیار کرے۔ مگر اس نے شدت سے ساتھ انکار کیا۔ پھر میں نے چاہا کہ وہ عثمان کے توسعات پر ہی راضی ہو جائے، مگر وہ اس راہ پر بھی نہیں آمادہ ہوئی۔ لہٰذا میں نے اسے ایک ایسی راہ پر ڈالا ہے جس میں میرا بھی بھلا ہے اور تمہارا بھی۔ خوش اسلوبی کے ساتھ مل جل کر کھانا ہوگا۔ اگر تم مجھے اپنے میں سب سے بہتر نہیں پاتے تو بھی حکومت کرنے کے لئے تمہارے لئے بہتر ہوں۔

جامع مسجد کوفہ میں اس انداز سے مخاطب کیا: کوفہ کے باشندو! کیا تمہارا خیال ہے کہ میں نے نماز زکوٰۃ اور حج کی خاطر تم سے جنگ کی ہے۔ درآنحالیکہ میں بخوبی جانتا ہوں کہ تم نماز پڑھتے ہو، زکوٰۃ دیتے ہو اور حج کرتے ہو۔ نہیں میں نے اس لئے جنگ کی ہے کہ تم پر اور تمہاری گردنوں پر اپنا حکم چلاؤں۔ اللہ نے تمہاری ناپسندیدگی کے باوجود میری مراد پوری کی۔ آگاہ رہو کہ اس فتنہ میں جو کچھ جانی اور مالی نقصان ہوا اس کا کوئی بدلہ یا معاوضہ نہیں دلوایا جائے گا۔ اور اس نے جتنی بھی شرطیں طے کی تھیں وہ میرے ان دونوں قدموں تلے پامال ہو رہی ہیں۔ درآنحالیکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ ہے کہ اوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولا۔

عالم شام کے متعلق ایک مستشرق نے قسطنطنیہ میں ایک عالمی موتمر کے انعقاد کے دوران میں ان الفاظ میں اظہار کیا تھا کہ ہمیں معاویہ کا سونے کا بت بنا کر پوجنا چاہیے۔ اگر یہ مسلمانوں میں پھوٹ نہ ڈالتے تو سارا یورپ مشرف بہ اسلام ہو جاتا اور عیسائیت کا کہیں وجود نہ ہوتا۔

جنگ جمل اور صفین میں سربرآوردہ صحابہ کی تعداد حضرت علی کے خلاف گنی چنی رہی جمل میں حضرت طلحہ و زبیر کے علاوہ، جو آغاز جنگ سے پہلے ہی میدان سے روانہ ہو چکے تھے۔ بجز عمار حامی علی کے اور کوئی دوسرا نہ تھا۔ صفین میں اہل شام کی غالب تعداد طلقاء، عام الفتح، اور دور خلافت راشدہ میں ایمان لانے والوں کی تھی۔ برعکس اس کے حضرت علی کے ساتھ صرف آٹھ سو صحابہ ایسے تھے جو اصحاب شجرہ سے تھے۔ اس دور فتن میں صحابہ کی زائد تعداد کنارہ گیر اور گوشہ نشین رہی۔ ان مشاجرات میں ایسے صحابہ جو غلط فہمی کا شکار ہوئے مگر نیت ان کی نیک تھی۔ ان کے حق میں مرزا مظہر جانجاناں کا یہ القاء ایک مینار ہدایت کا کام دیتا ہے۔ ایک مرتبہ وہ اس مسئلہ میں سخت متامل و متفکر تھے۔ غیب سے ان کے قلب صافی پر یہ بات القاء ہوئی؛ قل آمنت باللّٰہ کما ھو عند نفسہ و برسول اللّٰہ کما ھو عند ربہ و بآلہ واصحابہ کما ھو عند نبیہم کہیں اللہ پر ایمان لایا جیسا کہ وہ اپنی ذات سے ہے، اور رسول پر جیسا کہ وہ اپنے پروردگار کے پاس ہیں، اور ایمان لایا آل و اصحاب پر جیسے کہ وہ اپنے نبی کے نزدیک ہیں۔

ہم بطور تتمہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے اس الہامی اقتباس کو اس صہبائے معرفت کا ختام المسک بناتے ہیں جو انھوں نے خلفاء اربعہ اور اہل بیت اطہار کی بابت اخبار الاخیار میں برنگ افتتاحیہ انتہا درجہ ایجاز بلاغت کے ساتھ عنوان کتابت کو زینت بخشی ہے۔

کمالات آل کامل الاحوال وصفات اصحاب وافر الخصائص وانواع نعم، واصناف احسان ائمہ اہل کرم، بیرون از حصر و احصار ست، وخارج از حیطۂ استیفار واستہ ہمہ انہار آں دریا، واقمار آں بہ ضیا راند، ہر فیضے کہ در رود یافت، ہر نورے کہ دردیں تافت بوساطت ایشان است، ہر نہر را آبے دیگر، ہر قمرے را تابے دیگر، ہر یک از کتاب فضل فصلے دیگر و بابے دیگر است یکے بصدق وسداد موصوف، دیگرے بعدل وداد معروف یکے بہ سجیہ حیا موسوم ودیگرے بہ علم بے انتہا معلوم۔ خلافت نامہ خاتم نبوت چوں بہ مہر خاتم ولایت رسید تمام شد ودور خلافت بہ اختتام کشید۔

بعد ازاں چند شعب وشجرات، فروغ وثمرات از خاتم ولایت کہ شجرۂ علم و ہدایت بوے منتہی میشود برآمدند کہ بر مثال شجرۂ طوبیٰ ہر طرف ظلال کمال انداختند، وعالم را بنور ولایت منور ساختند خصوصاً اولاد وامجاد واحفاد عالی نژاد آنحضرتؐ کہ بحکم وراثت حقیقی ومناسبت ذاتی از ہمہ نصیبے وافر وفیضے کامل تر برداشتند وبحکم عصمت ذاتی لوائے ولایت معنوی ہمہ افراشتہ ریاست صوری زاہد دیگراں گذاشتند، وہرگز نور ولایت انخاندان نبوت انقطاع نپذیرد وفلک ولایت جز بایں اقطاب قرار نگیرد۔ جمال محمد در تمام آل محمد تابان است انا وعلی من محمد فی عترتہ جمال جمال محمد است وکمال کمال محمد اللھم صلی علی محمد وعلیٰ آل محمد۔

عالم ظہور نور کمال محمد است — آدم مثال حسن وجمال محمد است
از آفتاب روز قیامت چہ غم بود — آنرا کہ در پناہ ظلال محمد است
اے غرقۂ گناہ ز طوفان غم مترس — کشتی نوح عصمت آل محمد است

مثل اھل بیتی فیکم مثل سفینۃ نوح، من رکبھا نجا ومن تخلف عنھا غرق (الحدیث)

تو در کشتی فگن خود را چیۓ از بہر تسبیحے — کہ خود روح الامین گوید کہ بسم اللہ مجریہا ارسانی

اقتباس بالا کا آزاد ترجمہ :- اہل بیت اطہار اصحاب کبار، اور ائمہ ابرار نے

جتنے بھی کمالات ظہور پذیر ہوئے وہ اسی آفتاب رسالت کی فیض بخشیوں کا طفیل ہے ۔ وانوار و فیوض دوسروں تک پہنچے وہ ان ہی بزرگان دین کی وساطت سے پہنچے ، وہ سب اسی ایک دریا کی نہریں اور اسی منبع انوار کے آفتاب و ماہتاب و ستارگان ایں دان یں ہر نہر اپنی شیرینی میں ایک نئے ذائقہ کی حامل اور ہر ماہتاب اپنی تابش و بوقلمونی میں وبہ روز گار رہے ، ہر ایک کتاب فضل کا درخشاں باب ۔ کوئی صدق و صفا سے موصوف وئی عدل و داد میں معروف ، کوئی شرم و حیا سے موسوم اور کوئی باب شہرستان علوم ۔ جب خلافت نامہ خاتم نبوت سے شاہ ولایت کو باہر و نشان پہنچا تو دور خلافت آپ پہ اختتام پذیر ہوا ۔ بعد ازاں آپ کی ذات سے شجر طوبیٰ کی طرح روحانی سلسلوں نے ساری کائنات گلستاں در گلستاں کر دیا جس کی جڑیں ثابت اور شاخیں عرش و کرسی کو چوم رہی ہیں ۔ صوصاً اہل بیت اطہار نے اپنی وراثت حقیقی اور مناسبت ذاتی سے تمام عالم کو مطلع انوار بنا دیا ۔ لوائے ولایت کو لہرا کر سلطنت ظاہری دوسروں کے حوالے کر دی ۔ نور ولایت خاندان نبوت سے کبھی انقطاع پذیر نہ ہوگا ۔ اور آسمان ولایت ن ہی شموس ہدیٰ کی جلوہ باریوں سے علی الدوام تاباں و درخشاں رہے گا ۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میں تم میں دو قرآن چھوڑے جاتا ہوں ، ایک صامت اور دوسرا ناطق ، صامت قرآن بین الدفتین موجود ہے ۔ اور ناطق قرآن اہل بیت کرام کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں ؎

یہ بات کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

" و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

کتابیات

تمتع زہر گوشۂ یافتم   زہر خرمنے خوشۂ یافتم

ہنگام تحریر جو خزائن وچمنستان علم زینت داماں نظر رہے

ہیچ گہ ذوق طلب از جستجو بازم نداشت   دانہ می چیدم من آں روزے کہ خرمن داشتم

۱- مشارق الانوار	علامہ رضی الدین صنعانی	۱۶- تکمیل الایمان	شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۲- اخبار الاخیار	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۷- تاریخ الخلفاء	جلال الدین سیوطی
۳- مرج البحرین	" " "	۱۸- لب لباب مثنوی	الکاشفی
موافقۃ بین اہل البیت والصحابۃ جار اللہ زمخشری		۱۹- ازالۃ الخفا	شاہ ولی اللہ
۵- مکتوبات ربانی	مجدد الف ثانی	۲۰- حسن العقیدہ	" "
۶- فتح العزیز	شاہ عبدالعزیز	۲۱- ریاض المرتاض	نواب صدیق حسن خاں
۷- صراط مستقیم	سید احمد شاہ اسمٰعیل شہید	۲۲- معمولات مظہریہ	نعیم اللہ بہرائچی
۸- کلمات طیبات	مکتوبات مظہر جان جاناں	۲۳- ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی	مناظر احسن گیلانی
۹- حالات ومقامات مظہر	شاہ غلام علی	۲۴- سبع سنابل	عبدالواحد بلگرامی
۱۰- مواعظ اشرفیہ	اشرف علی تھانوی	۲۵- سیر الصحابہ جلد ششم	شاہ معین الدین احمد ندوی
۱۱- تاریخ افکار سیاسیات اسلامی	عبدالوحید خاں	۲۶- مناقب حافظیہ {حالات وملفوظات}	حافظ محمد علی خیرآبادی
۱۲- اسوۂ صحابہ	عبدالسلام ندوی	۲۷- کیمیائے سعادت	امام غزالی
۱۳- کلام اقبال	اسرار ورموز جاوید نامہ وغیرہ	۲۸- العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام	سید قطب شہید عالم مصر
۱۴- خلافت وملوکیت	سید ابوالاعلیٰ مودودی	ترجمہ اسلام کا نظام عدل	محمد نجات اللہ صدیقی
۱۵- مدارج النبوۃ	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۲۹- الہلال جلد پنجم بابتہ ۱۹۱۴ء	ابوالکلام آزاد